

Impact of Ibn Taymiyyah's Ideology on Ahl-i Ḥadīth Movement of Indian Subcontinent

Mehmood Ahmed[◎]

ABSTRACT

Ibn Taymiyyah (661-728/1263-1327) is one of the most seminal personalities in the history of Islam, who sought to revive Muslim society through the Qur'ān and the Sunnah of the Prophet. His thought influenced not only his contemporaries but reached far beyond. The Muslim scholars of the subcontinent were also influenced by his thoughts and his methodology of reformation. Shāh Wālī Allāh (1703-1762), a very influential scholar of the eighteenth century, was also influenced by Ibn Taymiyyah's revivalist thought. Ibn Taymiyyah's books were later published in India by Nawwāb Ṣiddīq Hasan Khān (1832-1890), a well-known Muslim writer from Bhopal. Sayyid Nadhīr Husain Dihalvī (d. 1902), who taught in Delhi for more than half a century, was

[◎] Assistant Professor, Department of Islamic Studies & Arabic, Government College University, Faisalabad. (professorgcu@gmail.com)

considered a leading figure of the Ahl-i Ḥadīth movement in India. He was also influenced by Ibn Taymiyyah's ideology. This ideology then was transferred to his pupils, who were instrumental in wide dissemination of Ibn Taymiyyah's thought in the Indian subcontinent. This article highlights the impact of Ibn Taymiyyah's ideology on Ahl-i Ḥadīth scholars of the Indian subcontinent.



بر صغیر کی تحریکِ اہل حدیث پر فکرِ ابنِ تیمیہ کے اثرات

◎ محمود احمد

شیخ الاسلام ابوالعباس تقی الدین احمد بن عبد الحکیم عَلیہ السلام (۱۳۲۷ھ / ۱۲۶۸ء) ، جو کہ ابنِ تیمیہ کے نام سے پہچانے جاتے ہیں، اپنے کارناموں اور کارِ اصلاح و تجدید کی وجہ سے مصلح و مجدد معروف ہیں۔ انہوں نے تجدید دین و اصلاح کے لیے متعدد کتب تصویف کیں اور ان کی خدمات مختلف الجہات ہیں۔ سب سے بڑھ کریہ کہ انہوں نے ایسی اصلاحی فکر دی کہ جس سے اس وقت کی معاشرتی خرابیوں اور فسادات کا خاتمه ہوا۔ چون کہ آپ عَلیہ السلام کی فکر ہمہ جہت فکر تھی، اسی وجہ سے یہ آپ کی زندگی ہی میں مختلف علاقوں میں پھیل گئی حتیٰ کہ بر صغیر میں بھی اس فکر کی نفوذ پذیری ہوئی اور یہاں کے بہت سے علماء اور مصلحین نے اس سے استفادہ کیا اور اپنے اپنے معاشرہ کے فساد و بگاڑ کی اصلاح کی۔ اس سلسلہ میں بر صغیر کے قابل قدر اور نامور علماء فکرِ ابنِ تیمیہ سے متاثر ہوئے۔ امام شاہ ولی اللہ عَلیہ السلام ایام ابنِ تیمیہ کی ترویج کی اور اس سلسلے میں اہل بر صغیر کو فکرِ ابنِ تیمیہ سے روشناس کروایا۔^(۱) شاہ صاحب عَلیہ السلام کے بعد بر صغیر کے بہت سی اہم شخصیات نے فکرِ ابنِ تیمیہ عَلیہ السلام سے استفادہ کیا، نواب صدیق حسن خان عَلیہ السلام نے عربی و فارسی میں امام ابنِ تیمیہ عَلیہ السلام کو متعارف کروایا اور ان کتب کی اشاعت کا اہتمام کیا اور اس سلسلے میں بہت سماں و زر صرف کر کے افکارِ ابنِ تیمیہ کو پھیلایا۔^(۲)

اس کے ساتھ ساتھ علماء غزنویہ نے امام ابنِ تیمیہ عَلیہ السلام کی کتب کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ اور جازو نجد سے ابنِ تیمیہ عَلیہ السلام کی کتب کو دست یاب کر کے اہل ہند کے لیے شائع کروایا۔^(۳) اردو کے ادباء نے ابنِ تیمیہ عَلیہ السلام کی سیرت و افکار کو اردو میں منتقل کرنا شروع کیا۔ اس سلسلے میں مولانا حالی عَلیہ السلام نے ایک ناکمل

◎ استاذ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ و عربی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد۔ (professorgcu@gmail.com)
۱۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: محمود احمد، ”افکارِ امام ابنِ تیمیہ عَلیہ السلام کی ترویج میں امام شاہ ولی اللہ عَلیہ السلام کا کردار“، فکر و نظر، اسلام آباد، ۵۳: ۳ (۲۰۱۴ء)، ۱۰۱-۱۲۳۔

۲۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: محمود احمد، ”فکرِ ابنِ تیمیہ کی اشاعت میں نواب صدیق حسن خان کی مسائی“، پشاور اسلامکس، پشاور، ۲: ۳۵-۳۸ (۲۰۱۲ء)، ۱۰۱-۱۲۳۔

۳۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: محمود احمد، ”فکرِ ابنِ تیمیہ اور اس کی اشاعت میں خاندان غزنویہ کا کردار“، ہزارہ اسلامکس، ہزارہ، ۵: ۱-۹۳، ۸۳-۹۳ (۲۰۱۲ء)۔

مضمون لکھا اور مولانا شبی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا باقاعدہ آغاز کر کے مجددین اسلام میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو سب مجددین پر فوپت دی۔ مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اردو و ان حلقے میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو متعارف کروایا اُن کی اصلاحی و تجدیدی مساعی کو خراجِ تحسین پیش کیا^(۳) اور معارفِ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو عام کرنے کے لیے اُن کو اردو زبان میں منتقل کرنے کی طرف توجہ دلائی، جس کی وجہ سے مولانا غلام رسول مہر نے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح لکھی اور مولانا عبد الرزاق طیع آبادی نے متعدد کتبِ ابن تیمیہ کے اردو تراجم کیے۔ مفکرِ اسلام شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی إجتہادی کوششوں کو سراہا۔ اس کے ساتھ ساتھ موئر خین نے بھی فکرِ ابن تیمیہ کی بر صیر میں نفوذ پذیری کو بیان کیا جس میں مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی اور پروفیسر خلیق احمد نظامی قابل ذکر ہیں۔

فکرِ ابن تیمیہ نے صرف ان عظیم شخصیات کو متاثر کیا بلکہ بر صیر کی اصلاحی تحریکوں کو بھی متاثر کیا۔ ان اصلاحی تحریکوں میں ایک پُر اثر تحریک، تحریکِ اہل حدیث ہے۔ زیرِ نظر مقالہ میں تحریکِ اہل حدیث کے علماء پر فکرِ ابن تیمیہ کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ یہاں اہل حدیث علماء میں سے بعض نامور اور معروف شخصیات کا ذکر کیا گیا ہے، جنہوں نے فکرِ ابن تیمیہ سے کسی بھی طرح اثر قبول کیا۔ خصوصاً ان اہل علم و فضل کا، جنہوں نے یا تو امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی فکر کو شائع کروایا، اُن کی سیرت و افکار پر کچھ لکھا، مسائل میں اُن سے موافقت کی، اُن کی تحسین میں لکھا، آفکار و نظریات میں ان سے متاثر ہوئے، اُن کے دفاع میں لکھا، یا اُن کی فکر و عمل کو عام کرنے میں اپنا کردار آدا کیا۔

تحریک اہل حدیث، تعارف و منبع

۱۳۲۲ھ میں جماعت اہل حدیث کے آعیان و آرکان لاہور میں جمع ہوئے۔ اُس اجلاس میں اس امر پر بحث ہوئی کہ اہل حدیث کے نام سے کون شخص موسم ہو سکتا ہے؟ طویل بحث و مباحثہ کے بعد قرار دیا گیا کہ ”اہل حدیث وہ ہے جو اپنا دستور العمل والا استدلال، احادیث صحیحہ اور آثارِ سلف کو بنائے اور جب اس کے نزدیک ثابت ہو جائے کہ ان احادیث و آثار کے مقابلہ میں کوئی معارض، مساوی یا اس سے قوی نہیں پایا جاتا تو وہ ان احادیث و آثار پر عمل کرنے پر مستعد و تیار ہو جائے اور اس عمل سے اس کو کسی امام یا مجتهد کا قول بلا دلیل

-۳- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: محمود احمد، ”فکرِ آزاد میں فکرِ ابن تیمیہ کا حصہ“، جوہل آف ریسرچ، ملتان، ۳۱ (۲۰۱۷ء)، ۸۷۔

مانع نہ ہو۔^(۵)

یعنی ہر وہ شخص اہل حدیث ہے جو براہ راست کتاب اللہ اور سنت رسول کو سرچشمہ ہدایت سمجھتا ہو اور ان ہر دو سے براہ راست استفادہ کرتا ہو۔ اہل حدیث کی دعوت کا نجٹ سلف صالحین کا منبع ہے۔ یعنی کتاب و سنت کے جن مسائل و احکام کو سلف نے سمجھا اور مستبط کیا انھیں اختیار کرنا۔ مذہب سلف سے مراد وہ طریقہ ہے جس پر صحابہ کرام، تابعین نظام، اتباع تابعین اور بعد میں آئے والے ائمہ دین گائز ن تھے۔

لہذا جو کوئی بھی اس منبع پر عمل کرے گا وہ اسی تحریک سے جڑ جائے گا۔ اس لحاظ سے اہل حدیث ایک تحریک ہے۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی بھی اس کو تحریک قرار دیتے ہوئے اس کے مقاصد کی تشاندھی کرتے ہیں:

- ۱۔ اسلام میں اعتقادی اور عملی سادگی کو قائم رکھنا اور افراط و تفریط میں اعتدال کی راہ کا تعین کرنا اور اس کی پابندی کرنا۔

- ۲۔ محبت اور بعض میں عموماً انسان اعتدال کی حدود کو پھاند جاتا ہے۔ اہل حدیث ایسے موقع پر ہمیشہ نقطہ اعتدال کی تلاش فرماتے اور لوگوں کو اسی سے آگاہ فرماتے۔

- ۳۔ قرآن و سنت اور ان کے متعلقہ علوم کی تدوین اور اشاعت۔

- ۴۔ زندگی کے تمام شعبوں میں امر بالمعروف اور نبی عن المنکر کا اہتمام۔^(۶)

الختصر یہ کہ اہل حدیث سے مراد ایسے لوگ ہیں جن کے تمام دینی امور کے لیے کتاب و سنت مشعل راہ ہے اور منبع سلف سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دعوت دین اور احیائے دین ان کی دعوت و عمل کا مرکزو محور ہے۔

مختصر تاریخ اہل حدیث

بر صغیر میں اگر تاریخ اہل حدیث کا جائزہ لیا جائے تو یہ بہت قدیم ہے۔ خلافت راشدہ کے دور میں یہاں اسلام پہنچ چکا تھا۔ سید سلیمان ندوی نے صحابہ، تابعین اور تابعین کے یہاں آنے کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔^(۷) تقریباً جو تھی صدی بھری تک تو یہاں کے باشندے اسلاف کے طریق پر تھے۔ ابو القاسم مقدسی نے اپنی کتاب احسن التقاسیم میں لکھا ہے کہ جب وہ ۳۷۵ء میں سندھ آئے تو یہاں کے لوگ سختی سے اسلام کے احکام و

۵۔ محمد بہاؤ الدین، تاریخ اہل حدیث (دہلی: مکتبہ ترجمان اردو بازار، ۲۰۰۷ء)، ۱: ۱۵۱۔

۶۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: محمد اسماعیل سلفی، تحریک اہل حدیث اور اس کی خدمات (کراچی: مکتبۃ السنۃ، الدار السلفیۃ

نشر التراث الاسلامی، ۲۰۰۳ء)۔

۷۔ دیکھیے: سید سلیمان ندوی، مقالات (اعظم گزہ: مطبع معارف، ۱۹۶۸ء)، ۲: ۲۔

فرامیں پر عمل بیڑا تھے۔ ان میں مسلمانوں کی اکثریت اہل حدیث پر مشتمل تھی۔^(۸)

بر صغیر میں ہر دور میں علماء حدیث آتے رہے اور اس سرزین کو فرامیں رسول سے روشن کرتے رہے جس کی تفصیل بہت طویل ہے۔ فقہاء ہند از مولانا اسحاق بھٹی، نزہۃ الخواطر از عبدالجی لکھنؤی، أبجد العلوم از نواب صدیق حسن خاں اور دیگر کتب میں بالتفصیل علماء حدیث اور فقہاء پاک و ہند کا تذکرہ موجود ہے، جن کی وجہ سے بر صغیر میں کتاب و سنت کی دعوت پھیلی۔ موجودہ تحریک اہل حدیث کے متعلق سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں: ”اہل حدیث کے نام سے ملک میں جو تحریک اس وقت جاری ہے، حقیقت کی رو سے وہ قدم نہیں صرف نقش قدم ہے۔ مولانا شاہ اسماعیل شہید عَلَیْهِ السَّلَامُ جس تحریک کو لے کر اٹھے وہ فقہ کے چند نئے مسائل نہ تھے بلکہ امامت کبریٰ، توحید خالص اور اتباع نبی عَلَیْهِ السَّلَامُ کی بنیادی تعلیمات تھیں۔“^(۹)

شاہ اسماعیل شہید عَلَیْهِ السَّلَامُ نے شرک و بدعت کے خلاف جو جرأت مندانہ قدم اٹھایا تھا، جہاد کی مصروفیات کے باعث اس کی تکمیل نہ کر سکے۔ میاں نذیر حسین دہلوی عَلَیْهِ السَّلَامُ (۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء) نے تمام عمر اس کی تکمیل میں گزار دی۔

میاں نذیر حسین دہلوی عَلَیْهِ السَّلَامُ (۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء)

شاہ عبدالعزیز دہلوی عَلَیْهِ السَّلَامُ (م ۱۲۳۹ھ) کے بعد ان کے جانشین، ان کے نواسے شاہ محمد اسحاق (م ۱۲۶۳ھ)، نے اپنے نناناکے مشن کو جاری رکھا۔ جب شاہ محمد اسحاق نے مکہ معظمہ کی طرف ہجرت کی تو اپنا جانشین شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی عَلَیْهِ السَّلَامُ (م ۱۳۲۰ھ) کو مقرر کر گئے۔ میاں صاحب شاہ ولی اللہ عَلَیْهِ السَّلَامُ کے سلسلہ سے نہایت والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ علوم عالیہ وآلیہ میں بحر بے کنار تھے۔ مزانج میں تواضع اور انکسار تھا۔ لائق اور طبع ایسے رذائل سے طبیعت بالکل صاف شفاف تھی۔ علوم حدیث کی اشاعت اور مسلک سلف کی خدمت زندگی کا مقصد سمجھتے تھے۔^(۱۰) میاں صاحب ۲۲ سال تک کتاب و سنت کی تدریس و تعلیم میں یکسوئی کے ساتھ مشغول رہے۔ اس عرصے میں ہزاروں طلبہ ان سے مستفید ہوئے۔ ملک و بیرون ملک ان کے تلامذہ پھیل گئے اور یہ کہنا مبالغہ نہ ہو گا

-۸- محمد بن احمد البشاری ابو عبد اللہ المقدسی، أحسن التقاسیم في معرفة الأقالیم (بیروت: دارا حیاء التراث العربی، ۱۳۰۸ھ / ۱۹۸۷ء)، ۳۲۳۔

-۹- سید سلیمان ندوی، ”مقدمہ“، مشمولہ ابو بیکر امام خان نوشہروی، تراجم علمائے حدیث ہند (فیصل آباد: مرکزی جمعیت اہل حدیث، ۱۳۹۱ھ)، ۳۱۔

-۱۰- فضل حسین بھاری، الحیاة بعد المیة (شیخوپورہ: المکتبۃ الارشیو، ۱۹۸۳ء)، ۳۔

کہ بعد کی کوئی بڑی شخصیت ہندوستان میں ایسی نظر نہیں آتی جو ان کے سلسلہ تلمذ سے منسلک نہ ہو۔ میاں صاحب کے تلامذہ نے ہندوستان میں پھیل کر خدمت اسلام کا ہر میدان سنبھالا اور کتاب و سنت کی خوب اشاعت کی۔^(۱۱) ان کے سوانح نگاروں نے ان کے شاگردوں کی تعداد کمی ہزار ذکر کی ہے۔

تلامذہ اور تحریک اہل حدیث کا عروج

اس میں کوئی شنک و شبہ نہیں کہ تحریک اہل حدیث کو جو عروج ملا وہ میاں نزیر حسین دہلوی کے تلامذہ کی کوششوں سے ملا، انہوں نے درس و تدریس، دعوت و تبلیغ، تصنیف و تالیف اور باطل عقائد کی تردید کر کے کتاب و سنت کی دعوت کو ایسا عام کیا کہ یہ علوم اسلامیہ کی ترویج میں تاریخ کا ایک اہم باب قرار دیا جا سکتا ہے اور اس کے بر صفیر پر بہت گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ سید سلیمان ندوی تحریک اہل حدیث کے اثرات کے متعلق لکھتے ہیں:

اس تحریک کے جوازات پیدا ہوئے اور اس زمانے سے آج تک ہمارے دورِ ادب کی ساکن سطح میں اس سے جو جنبش ہوئی وہ بھی ہمارے لیے بجا ہے خود مفید اور لائق شکریہ ہے، بہت سی بدعتوں کا استیصال ہوا۔ توحید کی حقیقت نکھاری گئی، قرآن پاک کی تعلیم و تفہیم کا آغاز ہوا، قرآن پاک سے برادرست ہمارا رشتہ دوبارہ جوڑا گیا، حدیث نبوی کی تعلیم و تدریس اور تالیف و اشاعت کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ساری دنیا کے اسلام میں ہندوستان ہی کو صرف اس تحریک کی بدولت یہ دولت نصیب ہوئی۔ یزرقہ کے بہت سے مسئلتوں کی چھان بیں ہوئی۔ لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دلوں میں اتباع نبوی کا جو جذبہ کم ہو گیا تھا وہ سالہا سال تک کے لیے دوبارہ پیدا ہو گیا۔^(۱۲)

میاں صاحب کے تلامذہ نے جہاں ہر میدان میں دین کی خالص دعوت کو پیش کیا، وہاں خصوصی طور پر دین کی تجدید و اصلاح کا کام بھی بخوبی انجام دیا، جو نسل در نسل منتقل ہوتا گیا۔ اصلاح و تجدید کے سلسلے میں فکر ابن تیمیہ کی نشر و اشاعت کا خصوصی اهتمام کیا گیا اور اس میں جس قدر خدمات تحریک اہل حدیث کے علماء نے پیش کیں کسی اور نے نہیں کیں۔ یہاں تحریک اہل حدیث کے معروف علماء اکابرین میں سے چند کی مساعی کا تذکرہ کیا جاتا ہے، جن کا تعلق انکار ابن تیمیہ کی ترویج سے ہے۔

مولانا تلطیف حسین عظیم آبادی عَلَیْهِ السَّلَامُ (۱۹۰۶ء / ۱۴۳۳ھ)

مولانا تلطیف حسین عظیم آبادی عَلَیْهِ السَّلَامُ ممتاز عالم دین اور مناظر تھے۔ انہوں نے اپنے دور کے مشاہیر اصحاب علم سے اکتساب فیض کیا، جن میں میاں نزیر حسین دہلوی عَلَیْهِ السَّلَامُ سرفہرست ہیں۔ مولانا عظیم آبادی عَلَیْهِ السَّلَامُ

۱۱۔ محمد عزیز، مولانا میش الحن عظیم آبادی: حیات و خدمات (کراچی: علمی اکیڈمی، ۱۹۸۳ء)، ۲۱۔

۱۲۔ مقدمہ، ۳۱۔

نے میاں نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث اور علوم حدیث کی تحصیل کی اور چھیس سال ان کی خدمت میں رہے۔ یعنی زمانہ طالب علمی سے میاں صاحب کی وفات تک ساتھ نہ چھوڑا۔ سفر حج میں بھی ساتھ گے مولانا کی ساری زندگی قرآن و سنت کی خدمت میں گزری اور وہ تقریر و تحریر اور نشر و اشاعت کے ذریعے ہمیشہ اس اہم کام میں مشغول رہے۔

کتب کی نشر و اشاعت

مولانا تاطف حسین عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کتب حدیث کی نشر و اشاعت اور اسلام کے احیا کے لیے اپنے مطبع (طبع انصاری، دہلی) سے متعدد کتب شائع کیں جن میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں بھی شامل ہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ مناسک الحج ^(۱۳) پہلے پہل نہج ڈیانوی کے رسالہ المکتوب اللطیف إلى المحدث الشریف ^(۱۴) کے ساتھ مطبع انصاری، دہلی سے ۱۸۹۷ھ / ۱۳۱۲ء میں مولانا تاطف حسین عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی سمعی سے طبع ہوا۔ ^(۱۵) اس کے علاوہ دیگر عربی کتب بھی مولانا تاطف حسین عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مطبع سے شائع کیں۔ مثلاً: معیار الحق، جمیع الزوائد، سنن دارقطنی مع التعليق المغني، تلخيص الخبر في تحریج أحادیث الرافعی الكبير، الاعتصام التام بسنة خیر الأنام في قراءة الفاتحة خلف الإمام۔

محمد بشیر شہسوانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۰۸ھ / ۱۳۲۶ء)

محمد بشیر شہسوانی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم دین تھے اور سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ ان کی علمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بھوپال بلا لیا اور آپ

-۱۳۔ یہ امام ابن تیمیہ ^{رحمۃ اللہ علیہ} کا رسالہ ہے جس میں حج ادا کرنے کے طریقے بیان کیے گئے ہیں اور اس کا اردو ترجمہ سب سے پہلے "الہلال" بک ایجنسی نے شائع کیا۔ مترجم: عبدالرحیم پشاوری، دسمبر ۱۹۱۹ء۔

-۱۴۔ نہج الحق عظیم آبادی ^{رحمۃ اللہ علیہ} نے میاں نذیر حسین دہلوی ^{رحمۃ اللہ علیہ} کو خط لکھا جس میں پوچھا گیا: حاسدین کی مشہور کردہ بات کہ میاں صاحب نے شاہ محمد اسحاق دہلوی سے سند حدیث کی اجازت نہیں لی اور نہ ہی آپ ان کے جانشین مقرر کیے گئے ہیں، کس حد تک صحیح ہے؟ اس کی وضاحت خود میاں نذیر حسین دہلوی ^{رحمۃ اللہ علیہ} نے بذریعہ خط فرمائی۔

-۱۵۔ محمد تنزیل الصدق (مرتب)، امام ابن تیمیہ (کراچی: دارالاحسان، ۲۰۰۶ء) ۱۸۔

۱۵ محرم ۱۲۹۵ھ میں نواب صاحب کی خواہش پر آگرہ سے سکونت ترک کر کے بھوپال چلے گئے اور نواب صاحب نے تمام مدارس کا افسر اعلیٰ منتخب کیا۔^(۱۴) عربی و فارسی کے پروفیسر بھی رہے۔ متعدد کتب کے مصنف تھے جن میں *صیانة الإنسان من وسوسة الشیخ دحلان شامل* ہے۔ اس کتاب پر تقدیم علامہ رشید رضا مصری نے لکھی۔ نیز مسئلہ شد الرحال پر کئی کتب لکھیں۔ جب ان کے اور مولانا عبد الجی لکھنؤی عَلَیْهِ السَّلَامُ فرگی محلی کے مابین اس موضوع پر علمی بحث چل رہی تھی تو دونوں مصنفوں نے ایک دوسرے کے جواب میں کئی کتب لکھیں۔

مولانا شہسوائی عَلَیْهِ السَّلَامُ نے القول المحقق الحکم فی زیارة القبر الحبیب الأکرم لکھی اور بتایا کہ قبر نبوی کی زیارت صرف مستحب ہے، فرض، واجب اور سنت مؤکدہ نہیں اور اس کے بغیر حج میں کوئی کمی نہیں رہتی۔ اس کے جواب میں مولانا عبد الجی لکھنؤی عَلَیْهِ السَّلَامُ نے الكلام المبرم فی رد القول المحکم شائع کی، جس میں زیارت قبر نبوی کے وجوب کا دعویٰ کیا۔ چنان چہ اس کے جواب میں پھر مولانا شہسوائی عَلَیْهِ السَّلَامُ نے القول المنصور تحریر کی جس میں مولانا لکھنؤی عَلَیْهِ السَّلَامُ کے اٹھائے ہوئے سارے شکوک و شبہات کی تردید کی۔ اس کے رد میں مولانا لکھنؤی عَلَیْهِ السَّلَامُ نے الكلام المبرور فی رد القول المنصور لکھی۔ اس کے جواب میں مولانا شہسوائی عَلَیْهِ السَّلَامُ نے إثبات الحجۃ علی من أوجب الزيارة مثل الحجۃ المعروفة بالمنصب المأثور فی زیارة سید القبور تحریر فرمائی۔^(۱۵)

كتب ابن تیمیہ سے استفادہ

مولانا شہسوائی عَلَیْهِ السَّلَامُ نے اپنی مذکورہ کتب میں امام ابن تیمیہ اور ابن قیم کے بہت زیادہ حوالے دیے ہیں، خصوصاً *صیانة الإنسان* میں مسئلہ شد الرحال (مسئلہ زیارت قبر نبوی) میں تو جابجا امام ابن تیمیہ عَلَیْهِ السَّلَامُ کی کتب سے عبارات نقل کی ہیں اور اس مسئلہ میں انہی کا موقف اپنایا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہسوائی عَلَیْهِ السَّلَامُ نے امام ابن تیمیہ عَلَیْهِ السَّلَامُ کی کتب کا خوب مطالعہ کیا تھا۔ مولانا شہسوائی عَلَیْهِ السَّلَامُ نے مذکورہ بالا کتب میں سے *إثبات الحجۃ* میں امام ابن تیمیہ عَلَیْهِ السَّلَامُ کے شاگرد، علامہ ابن عبد الہادی عَلَیْهِ السَّلَامُ کی کتاب الصارم المنکی فی الرد علی

-۱۶- محمد عزیز شمس، ”مقدمہ“ مشمولہ، محمد بشیر شہسوائی، زیارت قبر نبوی (گوجرانوالہ: ام القری پبلیکیشنز، ۲۰۱۰ء)، ۳۰۔

-۱۷- نفس مرچ، ۳۲۔

السبكيٰ کو پيش نظر رکھا ہے جب کہ مولانا عبدالجی لکھنؤی عَلِيٰ اللہُ تَعَالٰی کی کتاب کو پيش نظر رکھا۔

شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی عَلِيٰ اللہُ تَعَالٰی (۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء)

شمس الحق ڈیانوی عَلِيٰ اللہُ تَعَالٰی ہندوستان کے عظیم محدث تھے۔ سید نذیر حسین دہلوی عَلِيٰ اللہُ تَعَالٰی کے شاگرد اور عون المعبد شرح سنن أبي داود کے مصنف ہیں۔

كتب ابن تيميه کی نشر و اشاعت

مولانا ڈیانوی عَلِيٰ اللہُ تَعَالٰی نے معارفِ ابن تیمیہ کی نشر و اشاعت میں خصوصی دلچسپی لی اور کئی کتب طبع کر دیں۔ محقق شہیر شیخ محمد عزیز شمس کے بقول: ”علامہ ابن تیمیہ، حافظ ابن القیم، علامہ ذہبی اور منذری وغیرہ کی متعدد کتابیں اپنے خرچ پر طبع کرائیں، منذری کی مختصر السنن اور ابن القیم کی تہذیب السنن اور سیوطی کی إسعاف المبطأ وغیره کو تصحیح و تعلیق کے بعد شائع کیا۔“^(۱۸)

انھوں نے اپنی کتب میں امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم، امام ابن کثیر اور امام ذہبی عَلِيٰ اللہُ تَعَالٰی کے بہت زیادہ حوالے دیے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے امام ابن تیمیہ عَلِيٰ اللہُ تَعَالٰی اور اُن کے تلامذہ کی کتب کا خوب مطالعہ کیا تھا۔ اگر عون المعبد کو دیکھا جائے تو اس میں امام ابن تیمیہ عَلِيٰ اللہُ تَعَالٰی کے آقوال کثرت سے نقل کیے ہیں اور اُن کے استنباط کی تائید بھی کی ہے۔ یہاں چند عبارات بطور مثال درج کی جاتی ہیں:

مثال نمبر ا

عون المعبد کتاب السنۃ، میں باب فی الرد علی الجهمیۃ کے تحت حدیث نمبر ۷۳۷ کی شرح کرتے ہوئے قارئین کو امام ابن تیمیہ عَلِيٰ اللہُ تَعَالٰی کی کتاب تجویز کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”ولشيخ الإسلام ابن تیمیہ رحمه الله في شرح هذا الحديث كتاب سماه بشرح حديث النزول وهو كتاب مملوء من تحقیقات عجیبة فعلی طالب الحق مطالعته فانه عدیم النظر في بابه۔“^(۱۹) (اس حدیث کی مزید

-۱۸- محمد عزیز، مولانا شمس الحق عظیم آبادی: حیات و خدمات، ۵۸۔

-۱۹- شمس الحق عظیم آبادی، عون المعبد شرح سنن أبي داود (بیروت: دار الكتب العلمیة، ۱۳۱۵ھ)، ۱۳، ۳۲۔

شرح کے لیے امام ابن تیمیہ کی شرح حدیث نزول ہے جو کہ بہت عمدہ تحقیقات پر مبنی ہے اور طالب حق کو اس موضوع پر اس عدیم الظیر کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔)

مثال نمبر ۲

كتاب قيام الليل، باب أي الليل أفضل من سائر أجزاء الليل كى شرح کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ”وقد أطالت الكلمة في هذه المسألة وأشباهها من احاديث الصفات حفاظ الإسلام کابن تيمية و ابن القيم والذهبی وغيرهم فعليك مطالعة كتبهم.“^(۲۰) (اس مسئلہ میں بہت سی احادیث صفات آئی ہیں جن کو بالتفصیل حافظین اسلام ابن تیمیہ، ابن قیم اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتب میں بیان کیا ہے تو ضروری ہے کہ ان کی کتب کا مطالعہ کیا جائے۔)

اس کے علاوہ کتاب الطهارة باب في الرجل ، باب المرأة هل تنقض شعرها
عند الغسل، کتاب الرکوع والسجود، باب الرجل يدرك الإمام ساجداً کیف یصنع، باب
الصلاۃ من السنن والنواقل تجویز، باب الصلاۃ بعد الجمعة؛ کتاب ابواب صلاۃ السفر،
باب متى يتم المسافر صلاتہ إذا نزل في موضع و أقام فيه؛ کتاب التطوع وركعات السنة،
باب ركعتی المغرب أین تصلیان؟، وغیرہ میں امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم عَلَیْہِ السَّلَامُ کے کثرت سے حوالے ہیں
جن کو شمار کرنے کے لیے الگ موضوع کی ضرورت ہے۔

مولانا رفیع الدین شکرانوی حجۃ اللہ (۱۸۵۳ھ-۱۹۱۲ھ) / ۱۳۳۸ھ - ۱۹۱۹ء (۲۱)

مولانا رفیق الدین شکرانوی حجۃ اللہ نے ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی۔ مولوی سلامت علی سے کافیہ تک تحصیل کی۔ پھر مولانا محمد احسن گیلانی حجۃ اللہ سے ۷۱ برس میں درس نظامی کی تکمیل کی۔ پھر سید نذیر حسین دہلوی حجۃ اللہ کو خط لکھا کہ ”قرب و جوار کے سبب سے آپ پر میرا حق ہے، حاضر ہو کر استفادہ کرنا چاہتا ہوں، پر شرط

-٢٠- نفس مرجع، ٣: ١٣٠

مولانا عبدالحیٰ لکھنؤی نے نزہۃ الخواطر میں سن ولادت ۱۴۲۱ھ لکھا ہے (۸: ۱۵۳)۔ جب کہ مولانا ابو طاہر بھاری نے ۱۴۷۰ھ تحریر فرمایا ہے۔ (ہفت روزہ الٰی حدیث، امر تر، ۲۲ ربیع السّعید ۱۹۱۶ء۔ ۱۴۳۳ھ میں ان کی حکیم و حیدر احق مونگیری سے ملاقات ہوئی جس میں خود فرمایا کہ اس وقت میری عمر اکٹھ برس ہے۔ (الٰی حدیث، امر تر، ۲۱ ربیع السّعید ۱۹۱۶ء۔)

یہ ہے کہ صحابہ اور جلائیں ایک ہی سال ختم ہوں اور قراءۃ بھی میں ہی کروں گا۔ ”میاں صاحب نے تمام شرائط قبول کر لیں۔^(۲۱)

حج بیت اللہ اور کتب کی دست یابی

سید نزیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے مستفید ہونے کے بعد مولانا شکر انوی رحمۃ اللہ علیہ نے سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں آٹھ ماہ قیام کر کے اکتساب فیض کیا۔ اس کے بعد حج بیت اللہ کے لیے چلے گئے اور حجاز میں تقریباً ڈبیر ڈھ سال قیام کیا اور زیادہ وقت لا بھریر یوں میں گزارا، خصوصاً قلمی کتب کی طرف توجہ دی۔ مولانا تنزیل صدیقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”اوسط ڈبیر ڈھ سوا واقع روزانہ کام پر مامور ہوتے۔ تفسیر ابن کثیر پر گیارہ سو اور تفسیر ابن جریر طبری پر ۲۲ سو خرچ ہوئے۔ حجاز میں ترکوں کی حکومت تھی۔ شکایت کی گئی کہ کتب خانے میں ہڑ مچا ہوا ہے۔ چنانچہ تفتیش ہوئی اور ناظم سے جواب طلب کیا گیا۔ ناظم نے جواب دیا: عموماً سبعہ معلقه اور جماسه کے شاکرین کتب خانہ سے استفادہ کیا کرتے تھے مگر اس ہندی نوجوان جیسا صاحب ذوق اور پاکیزہ اطوار میں نے نہیں دیکھا۔ اسے تفسیر و حدیث سے والہانہ عقیدت ہے۔ جان و مال دونوں چھاور کرتا ہے اور انھیں کی نقل لیتا ہے۔ سلطان بہت متاثر ہوا اور ہر طرح کی آسانی بھم پہنچانے کا حکم دیا، مولانا سے ملنا چاہا مگر آپ ٹال گئے۔“^(۲۲)

کتبِ ابن تیمیہ کے شائق

مولانا نے بہار آنے کے بعد بھتی سے ایک پر لیں خرید اور گاؤں میں ہی مطبع قائم کیا اور قلمی کتابوں کی اشاعت میں مصروف ہو گئے۔ بقول مولانا ابو سلمہ شفیع احمد بہاری، ذم التأویل لابن قدامة، تائید مذہب السلف اور ابو داود مع شروع و حواشی اور برداشت بعض تفسیر طبری کے کچھ اجزاء طبع کیے۔^(۲۳) مولانا کو کتب بینی کا بے حد شوق تھا۔ ان کا کتب خانہ مخطوطات اور نادر و نایاب کتب سے معمور تھا۔ ابن تیمیہ اور ابن قیم کی کتب جمع کرنا مولانا کا پسندیدہ مشغله تھا۔ بقول مولانا مختار احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کے کتب خانہ میں حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اور ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کا قلمی ذخیرہ جتنا بڑا جمع ہو گیا، شاید ہندوستان

- ۲۲۔ محمد تنزیل الصدقی الحسین، اصحاب علم و فضل (گوجرانوالہ: ندوۃ الحدیث، ۲۰۰۳ء)، ۳۶۔

- ۲۳۔ نفس مرچ، ۷۔

- ۲۴۔ نفس مرچ، ۷-۳۸۔

میں تو کہیں اتنا بڑا سرمایہ نہ ہو گا۔ حافظ ابن عبد البر محدث عَجَزَ اللَّهُ عَنِ الْعِلْمِ کی کتابیں استذکار اور تمہید آپ کے یہاں موجود ہیں۔ محلی ابن حزم جسی نایاب کتاب کی چودہ جلدیں آپ کے یہاں میں نے دیکھی تھیں۔ طباعت سے پہلے ان کا دیکھنا میرے لیے باعث فخر تھا۔^(۲۵)

اس کے علاوہ مولانا مودود ح کے کتب خانے میں جو نوادرات موجود تھے، ان میں امام ابن تیمیہ عَجَزَ اللَّهُ عَنِ الْعِلْمِ کی درج ذیل کتب تھیں: *لِوَاعِمِ الْإِسْتِرْشَادِ فِي الْفَرْقِ بَيْنَ التَّوْحِيدِ وَالْإِلْهَادِ، إِقْتِضَاءِ الصَّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ، مِنْهَاجُ السَّنَةِ النَّبُوَيَّةِ، كِتَابُ الْعُقْلِ وَالنَّقْلِ*۔^(۲۶)

مولانا عبد الرحمن مبارک پوری عَجَزَ اللَّهُ عَنِ الْعِلْمِ (۱۲۸۳ھ - ۱۳۵۳ء - ۱۸۲۶ھ)

آپ نے اردو اور عربی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ مئوے کے اساتذہ سے بھی کسب فیض کیا۔ پھر علوم عقلیہ و نقلیہ میں مہارت حاصل کرنے کے لیے مولانا عبد اللہ غازی پوری عَجَزَ اللَّهُ عَنِ الْعِلْمِ (۱۹۱۸ء) سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد ہی نقل ہو کر میاں نذیر حسین دہلوی عَجَزَ اللَّهُ عَنِ الْعِلْمِ سے علم حدیث میں کمال حاصل کیا۔ شیخ حسین بن محسن انصاری یمانی عَجَزَ اللَّهُ عَنِ الْعِلْمِ (پیدائش ۱۲۲۵ھ) سے بھی استفادہ کر کے سند اجازت لی۔ آپ کے اساتذہ میں علامہ حسام الدین مکوی عَجَزَ اللَّهُ عَنِ الْعِلْمِ (م ۱۳۱۰ھ)، علامہ فیض اللہ مکوی عَجَزَ اللَّهُ عَنِ الْعِلْمِ (م ۱۳۱۵ھ) اور علامہ سلامت اللہ راج پوری عَجَزَ اللَّهُ عَنِ الْعِلْمِ (م ۱۳۲۲ھ) جیسے چوٹی کے اصحاب علم و فضل اور یگانہ روزگار حضرات شامل تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد مختلف مدارس میں تدریسی اور تصنیفی و تالیفی خدمات انجام دیں۔ کئی ایک دینی مدرسے بھی قائم کیے جن میں ضلع برام پور کے موضع کنڈا بونڈھیار کا جامعہ ”سراج العلوم“ خاص طور پر قابل ذکر ہے، جس کا ۷۰ء میں قیام عمل میں آیا اور جس میں تاحال کتاب و سنت کی زبردست تعلیم ہو رہی ہے۔

آپ کے تلامذہ کی فہرست لمبی ہے جس میں بڑے بڑے اصحاب علم و فن شامل ہیں۔ علامہ عبد السلام مبارک پوری عَجَزَ اللَّهُ عَنِ الْعِلْمِ (۱۳۲۲ھ) مؤلف سیرۃ البخاری، علامہ عبید اللہ رحمانی مبارک پوری عَجَزَ اللَّهُ عَنِ الْعِلْمِ (۱۹۹۲ء) مؤلف مرعاة المفاتیح، علامہ نذیر احمد رحمانی الملوی عَجَزَ اللَّهُ عَنِ الْعِلْمِ (۱۳۱۵ھ)، ڈاکٹر تقی الدین ہلالی دمشقی عَجَزَ اللَّهُ عَنِ الْعِلْمِ (۱۳۰۰ھ)، مولانا مین احسان اصلاحی عَجَزَ اللَّهُ عَنِ الْعِلْمِ، مولانا عبد الصمد مبارک پوری عَجَزَ اللَّهُ عَنِ الْعِلْمِ (۱۳۲۶ھ)، شیخ عبد اللہ مجبدی مصری، مولانا عبد الجبار کھنڈلیوی (۱۳۸۳ھ)، مولانا محمد اسحاق آروی (۱۳۶۹ھ)، مولانا عبد الرحمن نگر نہسوی،

- ۲۵۔ مولانا مناظر احسان گیلانی، پاک و ہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت (لاہور: مکتبہ رحمانی، ۱۹۲۲ء، ۳۵۳)۔

- ۲۶۔ تنزیل الصدیق، اصحاب علم و فضل، ۵۰۔

مولانا ابو نعمن عبد الرحمن منوی (۱۳۵۷ھ)، مولانا عبد الرزاق صادق پوری، مولانا فتح اللہ بردوانی، مولانا سید محمد جعفر ٹونگی، مولانا عبدالحکیم فتح پوری، محمد بشیر مبارک پوری (۱۳۸۸ھ)، ابوالقاسم قدسی، محمد شریف مصطفیٰ آبادی، عبد اللہ الغجدی القویی اور رقیۃ بنت خلیل البانی عَلَیْہَا السَّلَامُ وَغَیرہم قابل ذکر ہیں۔

مولانا مبارک پوری عَلَیْہَا السَّلَامُ علوم حدیث، فن اسماء الرجال، فن جرح و تعدیل، تخریج احادیث اور معرفت طبقات محمد بنین میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ علامہ شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی عَلَیْہَا السَّلَامُ (۱۳۲۹ھ) نے غایہ المقصود اور عوون المعبدو کی تالیف کا سلسلہ شروع کیا تو اس کام میں آپ نے ان کا بھرپور تعاون کیا۔ سید میاں نذیر حسین صاحب عَلَیْہَا السَّلَامُ کے ساتھ فتاویٰ لکھے، پھر ان کی ترتیب و تہذیب کر کے فتاویٰ نذیر یہ کے نام سے دو ضخیم جلدوں میں شائع کیا۔ اس طرح آپ نے مولانا عبد اللہ غازی پوری عَلَیْہَا السَّلَامُ (۱۳۳۷ھ) کے فتاویٰ بھی مرتب کیے تھے۔ آپ کی تالیفات میں تقریباً گیارہ کتب کا ذکر ملتا ہے، جس میں جامع ترمذی کی شرح تحفہ الاحدوی آپ کی شاہ کار تصنیف ہے۔^(۲۷)

امام ابن تیمیہ سے موافقت

ان کی اس معروف زمانہ شرح جامع ترمذی میں امام ابن تیمیہ عَلَیْہَا السَّلَامُ کے منہج کی تائید میں بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً جرالبوں پر مسح کے مسئلہ میں امام ابن تیمیہ عَلَیْہَا السَّلَامُ کے قول کی موافقت کی ہے۔^(۲۸) مسئلہ توسل بالنبی ﷺ کے بیان میں نبی اکرم ﷺ سے وسیلہ کو ناجائز قرار دیتے ہوئے اپنے قول کی تائید میں امام ابن تیمیہ عَلَیْہَا السَّلَامُ کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ”واختاره ابن تیمیہ فی رسالتة التوسل والوسيلة وقد أشبع الكلام فی تحقیقه وأجاد فيه فعليک أَن تراجعها۔“^(۲۹) (یہی موقف امام ابن تیمیہ عَلَیْہَا السَّلَامُ نے اپنے رسائلے التوسل والوسیلہ میں اختیار کیا ہے اور اس مسئلہ میں خوب تحقیقی انداز میں سیر حاصل بحث کی ہے۔ سواس مسئلہ میں (باحث) اس کی طرف ضرور مراجعت کرے۔)

اس کے علاوہ بھی امام ابن تیمیہ عَلَیْہَا السَّلَامُ کے موقف کی کثیر مقامات پر تائید کی گئی ہے۔ انحضر مولانا مبارک

۲۷۔ مولانا قاضی اطہر مبارک پوری، تذکرہ علماء مبارک پور (مؤنات الحججین یوپی: مکتبہ الفہیم، ۲۰۱۰ء، ۱۹۷۲ء) ۲۰۵۔

۲۸۔ عبد الرحمن مبارک پوری، تحفۃ الأحوذی (بیروت: دارالکتب العلمیہ، سان ۱، ۱۹۸۸ء) ۲۸۸۔

۲۹۔ نفس مرجع، کتاب الدعوات، باب فی انتظار الفرج وغير ذلك، ۱۰: ۲۷۔

پوری نے تحفہ الأحوذی میں بہت سے مسائل میں امام ابن تیمیہ علیہ السلام کے موقف کو درست قرار دیا ہے اور ان کے حق میں دلائل بھی دیے ہیں۔ ساتھ ساتھ خود اپنے موقف کو بھی بیان کرتے ہیں جو کہ فکرِ ابن تیمیہ علیہ السلام سے مختلف نہیں ہوتا۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی علیہ السلام (۱۹۰۱ء-۱۹۶۷ء)

مولانا محمد اسماعیل سلفی علیہ السلام (سابق امیر جمیعت اہل حدیث، پاکستان) معروف مذہبی اور سیاسی شخصیت تھے۔ آپ حافظ عبد المنان محدث وزیر آبادی کے شاگرد تھے۔ انہوں نے قومی، ملکی، وطنی، دینی اور اسلامی ہر تحریک میں حصہ لیا۔ تحریک آزادی کے دنوں میں انگریز کے خلاف جہاد کرنے کے لیے مولانا ابوالکلام آزاد کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ سولہ سال تک جمیعت اہل حدیث کے ناظم اعلیٰ رہے۔ ۱۹۵۳ء میں جن ۱۹۳۱ء علانے ۱۹۶۱ء نکات پر مشتمل پاکستان کے دستور کا خاکہ مرتب کیا، ان علماء میں آپ بھی شامل تھے۔ سابق صدر جزل ایوب خان کے دور میں آئینی کمیشن نے جو سوال نامہ شائع کیا اس کے جواب میں علمانے متفقہ طور پر سوال نامہ کا جواب نامہ لکھا، اس کے روح روایا آپ تھے۔^(۳۰)

ان کی تصنیفات میں ایک اہم تصنیف ان کا مجموعہ مقالات بعنوان تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی ہے۔ اس میں انہوں نے شاہ ولی اللہ علیہ السلام کی تحریک آزادی فکر کا تفصیلی تعارف پیش کیا ہے۔ اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ عربی اور اردو کے معروف ادیب، جامعہ سلفیہ، بنارس، اندیما کے سابق ریکٹر ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری علیہ السلام نے اس کتاب کا عربی زبان میں ترجمہ حرکۃ الانطلاق الفكري وجہود الشاہ ولی اللہ فی التجدد کر کے شائع کروایا۔

تحریک آزادی فکر میں مولانا نے مختلف مسائل میں امام شاہ ولی اللہ علیہ السلام کی مساعی کا ذکر کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ امام ابن تیمیہ علیہ السلام کے موقف کی بھی وضاحت کی ہے۔ کتاب کو پڑھ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ افکارِ ابن تیمیہ و افکارِ ولی اللہ کا حسین امترانج ہے۔ کتبِ ابن تیمیہ کے حوالہ جات کتاب کے بیشتر مقامات پر دیے ہیں گئے۔ مزید یہ کہ منشیِ ابن تیمیہ کونہ صرف بیان کیا ہے، بلکہ اس کی وضاحت و تائید میں دلائل بھی پیش کیے ہیں۔ نیز امام ابن تیمیہ علیہ السلام کے تجدیدی و اصلاحی کارناموں کو بھی بیان کیا ہے۔

۳۰۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی، تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی، مرتب: مولانا محمد حنفی یزدانی (لاہور: مکتبہ محمدیہ، ۲۰۰۸ء)، ۳۰-۳۳۔

تقلید اور جمود کے اثرات اور ادوار کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ چوتھی صدی کے اوپر میں تقلید کی رسم عام ہو گئی۔ اس کے بعد اس کی وجہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ آٹھویں صدی ہجری تک جمود کا مرض چھاگلیا۔ بعض مجددین نے اربابِ جمود کے ساتھ وقت کی حکومت کو بھی جھنچھوڑا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن دقیق العید، ان بزرگوں نے اس جامد فضائیں ارتقاش پیدا کر دیا۔^(۳۱) مولانا نے اپنے مضمون ”مسئلہ تقلید پر تحقیقی نظر“ میں تقلید شخصی و تقلید مطلق کے متعلق امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی آراء کا دفاع کیا ہے اور اس سلسلہ میں شاہ ولی اللہ کی آرا کو بھی بیان کیا ہے جو کہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی آراء سے موافق رکھتی ہیں۔^(۳۲)

مولانا کو کتبِ ابن تیمیہ پر عبور حاصل تھا۔ وہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی منہاج السنۃ اور نقض المنطق سے بہت سارے دلائل ذکر کر کے ائمہ حدیث اور فقہائے محدثین کی روشن سے عامۃ الناس کو آگاہ کرتے ہیں۔ یہ بحث تقریباً تین صفحات پر پھیلی ہوئی ہے^(۳۳) جس کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے فکرِ ابن تیمیہ کا بہت ذوق سے مطالعہ کیا ہے اور کتبِ ابن تیمیہ ہر وقت اُن کے مطالعہ میں رہتی تھیں۔ اس بحث کے بعد مولانا منہاج السنۃ اور نقض المنطق کے مباحث کا تفصیل سے جائزہ لیتے ہیں۔ وہ نقض المنطق کا سبب تحریر ذکر کرتے ہیں کہ پوری کتاب فرقہ ناجیہ و ائمہ اہل حدیث کے حق میں اور منطق کے رد میں ہے۔ اس کتاب پر چار صفحات میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

پوری کتاب (نقض المنطق) ۲۱۱ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ ابتداء میں شیخ الاسلام نے صفات باری میں تفویض کا ذکر فرمایا۔ تشییہ و تجسم اور تعظیل کی نفی فرمائی اور فرمایا: اس باب میں ائمہ ارجعہ اور اہل سنت کا وہی مذہب ہے جو اہل حدیث کی طرف منسوب ہے۔ اعتزال، تجمیع، تعظیل و تشییہ اور تجسم کی راہیں بدعت کی ہیں۔^(۳۴) اس کی تائید میں نقض المنطق کے صفات نمبر ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱، ۱۵، ۸۵، ۸۱، ۱۳۵ سے عبارات لفظ کی ہیں۔ اس کے معاً بعد امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی القواعد النورانیہ کا منفصل تعارف پیش کیا ہے کہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے نقض المنطق میں متكلمانہ انداز سے مختلف فیہ مسائل کا ذکر فرمایا ہے۔ فقہی فروع میں ان کی کتاب القواعد النورانیہ کے نام سے معروف ہے۔^(۳۵)

۳۱۔ نفس مر جع، ۳۳۷-۳۳۸۔

۳۲۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: نفس مر جع، ۲۳۷-۲۳۲۔

۳۳۔ نفس مر جع، ۳۳۸-۳۳۰۔

۳۴۔ نفس مر جع، ۳۳۰-۳۳۱۔

۳۵۔ نفس مر جع، ۳۳۲-۳۳۵۔

مسئلہ زیارت قبور کے ذیل میں احادیث بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس مضمون کی احادیث آپ ﷺ سے ہے تو اتر مروی ہیں اور اس کے بعد اپنے قول کی تائید میں امام ابن تیمیہ عَلَیْہِ السَّلَامُ کا قول پیش کیا ہے:

”فقد تواترت النصوص عن النبي ﷺ بالنهی عن ذلك والشدید فيه۔“^(۳۶)

الغرض مولانا اسماعیل سلفی عَلَیْہِ السَّلَامُ نے مسئلہ زیارت قبور اور تقلید وجود میں کتب ابن تیمیہ سے بھرپور استفادہ کیا ہے اور امام ابن تیمیہ عَلَیْہِ السَّلَامُ والا موقف اختیار کیا ہے۔ ایک مقام پر وہ امام ابن تیمیہ عَلَیْہِ السَّلَامُ کے کارنا مے ذکر کرتے ہوئے ان کی کتب کے متعلق اپنی معلومات کا اظہار اس انداز میں کرتے ہیں کہ ”شیخ الاسلام (۷۲۸ھ) کی مجاہد ان کو ششیں صفاتِ تاریخ کی رونق ہیں۔ انہوں نے جہاں اعتزال اور تحبیم کو دفن کیا اور ان کے تابوت میں آخری میخ ٹھوکنی، وہاں رفاقت فرقہ کے فقیروں کے آگ میں کوئی نہ کرنے کے چیز کو قول فرمایا کہ بدع تصوف کو ہمیشہ کی نیند سلا دیا۔۔۔ منہاج السنۃ، کتاب الحُکْمُ وَالنَّفْلُ اور رسالہ روا المُنْقَطُ اس موضوع پر انتہائی منید معلومات سے بھرپور ہیں۔ شیخ الاسلام کی کتاب الرد علی المنطقین میں اس تدریش کی نہیں جس قدر روا المُنْقَطُ میں ہے۔ اس کتاب سے شیخ الاسلام کی روشن خیالی اور وسعتِ طرف کا اندازہ ہوتا ہے۔“^(۳۷)

مولانا کے اس بیان سے بہ خوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی کتب ابن تیمیہ پر نظر بہت گہری تھی۔ انہوں نے نہ صرف منہج ابن تیمیہ کو متعارف کروا یا بلکہ اس کو اپنایا اور اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی۔

حافظ محمد گوندلوی عَلَیْہِ السَّلَامُ (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۸۵ء۔)

آپ ایک عظیم محدث، مدرس اور حافظ تھے۔ مسلک اہل حدیث سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ خداداد قوت حافظہ اور وسعت علم میں اپنی نظر آپ تھے۔ مطالعہ کتب کے بہت شائق، عابد و زاہد اور ہمہ وقت ذکر کرنے والے انسان تھے۔ آپ نے کبار اساتذہ سے کسب فیض کیا جن میں سید عبدالجبار غزنوی، سید عبد الاول غزنوی، سید عبد الغفور غزنوی اور مولانا حافظ عبد المنان وزیر آبادی معروف ہیں۔ خاندان غزنوی کے علماء اکابرین کتب امام ابن تیمیہ و امام ابن قیم عَلَیْہِ السَّلَامُ کے بے حد شائق تھے اور سب سے پہلے بر صیر میں کتب ابن تیمیہ کو شائع کرنے والے بھی

- ۳۶ - احمد بن عبد الجلیم ابن تیمیہ، اقتضاء الصراط المستقیم فی مخالفۃ أصحاب الجحیم (قاهرہ: مطبعة السنة المحمدية، سان)، ۱۹۷۵ء؛ اسماعیل سلفی، تحریک آزادی گلر، ۱۹۷۵ء۔

- ۳۷ - نفس مرجع، ۸۳-۸۴۔

غزنوی تھے۔ حافظ گوندوی چوں کہ علمائے غزنویہ کی شاگردی میں رہے، تو اسی اثر کی وجہ سے فکر ابن تیمیہ کے اثرات حافظ محمد گوندوی رحمۃ اللہ علیہ پر ہوئے۔ انھوں نے تقریباً پون صدی درس و تدریس کرتے گزار دی۔ وہ بہت بڑی بڑی جامعات میں بطور شیخ الحدیث و مدرس کام کرتے رہے، جن میں قابل ذکر یہیں: مدرسہ رحمانیہ دہلی، جامعہ عربیہ دارالسلام، عمر آباد، مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈانوالہ، جامعہ سلفیہ فیصل آباد، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ اور جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ۔ آپ تمثیک بالکتاب والسنہ کے دائی تھے۔ آپ دورانِ تدریس کتبِ ابن تیمیہ و ابن قیم سے بہت سی عبارات بیان کرتے اور ان کتب سے بیشتر عبارات ان کو انہر تھیں۔ حافظ صاحبِ ان دونوں ائمہ کی کتب پڑھنے کی اپنے شاگردوں کو تلقین بھی کرتے تھے۔ آپ کے تلامذہ و مستفیدین نہ صرف پاکستان بلکہ ہندوستان، بنگلہ دیش، افغانستان اور عرب ممالک وغیرہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان تلامذہ میں چند معروف کاذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ حافظ محمد عبد اللہ بڈھیمالوی، ۲۔ حافظ محمد بھٹوی، ۳۔ مولانا عبد اللہ عفیف، ۴۔ مولانا محمد صادق خلیل فیصل آبادی (متجم مسئلکۃ)، ۵۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی، ۶۔ علامہ احسان الہی ظہیر، ۷۔ حافظ عبد المنان نور پوری، ۸۔ مولانا ارشاد الحق اثری، ۹۔ پروفیسر غلام احمد حریری، ۱۰۔ مولانا محمد عبدہ الفلاح، ۱۱۔ حافظ عبد السلام بھٹوی، ۱۲۔ مولانا عبدالرحمن ضیاء، ۱۳۔ ابوذر محمد زکریا۔

ان کی تصنیفات کی تعداد تقریباً ۲۲ تک پہنچتی ہے، جن میں معروف کتب: دوام حدیث، ختم نبوت، شرح مسئلکۃ (کتابِ العلم تک) اور الاصلاح (۲۳ حصے) ہیں۔

کتبِ ابن تیمیہ سے استفادہ

حافظ صاحب نے اپنی تصنیفات میں کتبِ ابن تیمیہ و ابن قیم سے بہت استفادہ کیا ہے، خصوصاً الاصلاح میں اقتضاء الصراط المستقیم، مجموع الفتاوی، فتاوی ابن تیمیہ، إعلام الموقعن اور زاد المعاد کے بہت زیادہ حوالہ جات اور عبارات موجود ہیں۔ الاصلاح کے حصہ سوم بعنوان ”بدعت کی تہمید“ میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے افادات سے اقتضاء الصراط المستقیم کے صفحات ۳۲۲ تا ۳۱۶ کی عبارات نقل کی ہیں اور یہ مبحث چھ صفحات پر مشتمل ہے جس میں بدعت کی تعریف، قاسیں کے گروہ، بدعت کی حقیقت وغیرہ تمام مباحث اقتضاء الصراط المستقیم سے لیے گئے ہیں۔^(۳۸) ایک اور جگہ گمراہ ہونے کے اسباب فکر ابن تیمیہ کی روشنی

میں بیان کئے ہیں۔^(۳۹) تیز صفحات ۱، ۱۷۷، ۲۸۵، ۳۲۲، ۳۲۷ پر اقتضاء الصراط المستقیم، مجموع الفتاویٰ، الرد علی البکری کے حوالے دیے گئے ہیں اور مسائل میں کتب ابن تیمیہ سے استدلال کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ امام ابن قیم جوزہ اللہ کی إعلام الموقعين اور زاد المعاد کے بھی بہت زیادہ حوالے دیے گئے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حافظ محمد گوندوی جوزہ اللہ فکر ابن تیمیہ سے بے حد متاثر اور ان کی کتب سے بہت زیادہ استفادہ کرتے تھے۔

کتب ابن تیمیہ کے مطالعہ کی تلقین

اُن کے تلامذہ بیان کرتے ہیں کہ حافظ صاحب ہمیں امام ابن تیمیہ جوزہ اللہ اور امام ابن قیم جوزہ اللہ کی کتب کا بار بار مطالعہ کرنے کی نصیحت کرتے تھے۔ اس کا اظہار مقالہ نگارنے اُن کے کئی تلامذہ سے سنایا ہے۔ مثلاً اشیخ ارشاد الحق اثری (مدیر اداب علوم اثریہ، فیصل آباد)، اشیخ عبدالرحمن ضیاء، اشیخ ابوذر محمد زکریا (فیروز و لوال، شیخوپورہ) کا کہنا ہے کہ دورانِ تدریس حافظ صاحب کسی سلسلہ میں جب اپنا موقف بیان کرتے تو اس کے استدلال میں امام ابن تیمیہ جوزہ اللہ کی کتب سے کثرت کے ساتھ عبارات بیان کرتے تھے جو ان کو مختصر تھیں۔ اس طرح اس کا اثر ان کے شاگردوں میں بھی منتقل ہوا۔

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی جوزہ اللہ (۱۹۸۷ء - ۱۹۱۰ء)

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی جوزہ اللہ علم و تحقیق کے میدان میں گراں قدر خدمات کی بنابر، بہت بلند مقام رکھتے ہیں۔ وہ ہفت روزہ الاعتصام^(۴۰) کے باñی اور سenn نسائی کی شرح بنام التعليقات السلفیۃ^(۴۱) کے مصنف ہیں۔ مولانا کا ناقابل فراموش کارنامہ معارفِ ابن تیمیہ کی نشر و اشاعت ہے۔ مولانا کو امام ابن تیمیہ جوزہ اللہ سے والہانہ عتییدت اور ان کی تصانیف سے بے حد شغف ہے۔ اس سلسلہ میں مولانا کی مساعی جملیہ کو حافظ عبدالجمید ازہر

-۳۹۔ نفس مرچع، ۳۲۹۔

-۴۰۔ یہ رسالہ باقاعدگی سے تاحال دارالدعاۃ السلفیہ، لاہور سے شائع ہو رہا ہے۔ یہ ایک تحقیقی مجلہ ہے۔

-۴۱۔ التعليقات السلفیۃ کا مطالعہ کرنے کے بعد سماحة اشیخ عبدالعزیز بن عبد اللہ بن بازنے مولانا کو عصر حاضر کا ابن حجر قرار

جعفر بن علیؑ نے اپنے ایک مضمون میں تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔^(۲۲) ذیل میں اس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے:
امام ابن تیمیہؓ کی تصانیف کی طباعت اور نشر و اشاعت کا اہتمام
 اس سلسلے میں مولانا نے تین کتابوں کی اشاعت فرمائی جو ان کے حسن انتخاب کی واضح دلیل ہے۔

- ۱۔ اقتضاء الصراط المستقیم لخلافة أصحاب الجحيم
- ۲۔ الفرقان بين أولياء الرحمن وأولياء الشيطان
- ۳۔ منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة والقدرية

تاہم منهاج السنۃ کے ساتھ ابن مطہر علیؑ کی منهاج الكرامة بھی شائع کر دی جس کے جواب میں منهاج السنۃ تالیف کی گئی تھی۔ دونوں کتابوں کو معاشر کرنے سے اس کتاب کی افادیت میں کئی چند اضافہ ہو گیا ہے تاکہ تصویر کے دونوں رخ سامنے آجائے سے موازنہ آسان ہو۔

كتب ابن تیمیہ کے تراجم

اس سلسلہ میں مولانا نے ان کتب کے تراجم شائع کیے:

- ۱۔ مقدمة أصول التفسير: اس رسالہ کو مولانا عبد الرزاق میخ آبادی کے سلیس و روائی ترجمے کے ساتھ اس کی مختصر اور جامع تعلیقات و حواشی اور تحقیق و تخریج کر کے شائع کیا۔
- ۲۔ گاناجنا، سننا اور قوای، (السماع والرقص)، مترجم: عبد الرزاق میخ آبادی۔
- ۳۔ أصحاب صفة اور تصوف کی حقیقت، مترجم: عبد الرزاق میخ آبادی۔
- ۴۔ الفرقان بين أولياء الرحمن وأولياء الشيطان، مترجم: مولانا غلام ربانی۔
- ۵۔ افادات ابن تیمیہ: اس میں انتہائی مفید آٹھ رسالوں کا اردو ترجمہ ہے، جس کو اس سے پہلے مکتبہ عتیقیہ، جھوک دادو، تاند لیانوالہ نے بھی شائع کیا تھا۔ یہ دراصل رسائل ابن تیمیہ بنام افادات ابن تیمیہ شائع ہوئی، مترجم: حافظ محمد زکریا۔

-۲۲۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: حافظ عبد الحمید ازہر، ”مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کا ناقابل فرماوش کارنامہ: معارف ابن تیمیہ کی نشر و اشاعت“، الاعتصام، لاہور، اشاعت خاص بیار، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (ارج ۵۲۰۰۵ء)، ۲۸۱، ۲۰۲۔

- ۶ تفسیر سورہ اخلاص، مترجم: مولانا غلام اللہ ربانی۔
- ۷ تفسیر معوذین، از امام ابن تیمیہ / ابن قیم، مترجم: عبدالرحیم پشاوری۔
- ۸ تفسیر آیت کریمہ، مترجم: مولانا عبد الرحمن پشاوری۔
- ۹ زیارت القبور، مترجم: محترم احمد ندوی۔ اس کے علاوہ بھی مولانا کے ادارے "المکتبۃ السلفیہ" نے کتب کے تراجم شائع کیے۔ (۳۳)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی جامع سیرت کی اشاعت

اس سلسلہ میں مولانا موصوف نے سیرت ابن تیمیہ پر جامع کتاب کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے معاصرین میں سے شیخ ابو زہرہ مصری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ابن تیمیہ: حیاتہ و عصرہ، آراء و فقہہ کوہ زبان اردو شائع کیا اور اس کتاب کو مفید بنانے کے لیے سید رئیس احمد جعفری کے ترجمہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس پر نظر ثانی کی اور مفصل حواشی کھھے اور اس تنقیح و حواشی کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ ان کی بدولت حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ ایک مستقل اور منفرد کتاب بن گئی ہے۔ مولانا کے مفصل حواشی پر غور کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ آپ کو تصانیفِ ابن تیمیہ پر بہت زیادہ عبور، استحضار اور ان کے آفکار سے مکمل ہم آہنگی تھی۔ اس کتاب میں علوم و معارف ابن تیمیہ سے متعلق مندرجہ ذیل امور مولانا کی امتیازی خصوصیات میں سے ہیں:

- ۱ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی تنقیح و توضیح اور اعتراضات کا ازالہ۔
- ۲ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا دفاع۔
- ۳ اضافات: تصانیف ابن تیمیہ کا تفصیلی احاطہ۔

مولانا نے تعلیقات و حواشی لکھنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اصل کتاب پر کئی ابواب مثلاً اخلاق و عادات، چند دیگر تلمذہ خاص اور اہم مصنفاتِ ابن تیمیہ کا اضافہ کیا۔ خصوصاً مصنفاتِ ابن تیمیہ کو مرتب کر کے حلقة ہے گوشانِ ابن تیمیہ پر احسان عظیم کیا ہے، جس کے متعلق مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں: "مولانا محمد عطاء اللہ حنیف صاحب تھا بھی کام انجام دے دیتے تو امام ابن تیمیہ کے علوم و معارف کی خدمت کا بہت بڑا کارنامہ

۳۳۔ المکتبۃ السلفیہ سے امام ابن تیمیہ کی اقتضاء الصراط المستقیم کا ترجمہ شائع ہو، جس کا عنوان ہے: راہ حق کے قاضی:

تُنْفِيَنَ اقْتَضَاءَ الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ إِذَا كُلِّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ عَبْدَ الرَّحْمَنِ فَرِيدُوْنِي، تَرْجُمَه: ڈاکٹر مفتونی حسن بن محمد یعنی آزہری۔

ہوتا۔^(۳۴) مندرجہ بالا خصائص و امتیازات کی بہ دولت یہ کتاب امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و معارف کے انسائیکلوپیڈیا کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ اس کے علاوہ مولانا عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ نے امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا خط بنام مولانا معین الدین سندھی، جو کہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب اور دفاع میں لکھا گیا ہے، تحقیق کر کے شائع کیا۔ نیز اس سلسلے میں ایک مضمون بعنوان ”شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے نظریات شاہ ولی اللہ کی نظر میں“ لکھا۔^(۳۵)

المحض مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ نے فکرِ ابن تیمیہ کا اس قدر گہرا مطالعہ کیا تھا کہ وہ معارف ابن تیمیہ کے انسائیکلوپیڈیا تھے۔ اُن کو افکارِ ابن تیمیہ پھیلانے کا بے حد شوق تھا۔ اس سلسلے میں نہ صرف انہوں نے خود خدمات سرانجام دیں بلکہ علماء کرام کو ترغیب بھی دی اور کتبِ ابن تیمیہ کے تراجم ہوئے۔ اس طرح افکارِ ابن تیمیہ اس قدر پھیلے کہ اب علمی حلقوں میں امام ابن تیمیہ محتاج تعارف نہیں۔ اس کے علاوہ مولانا عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ کے مطالعہ افکارِ ابن تیمیہ کے ذوق کا اندازہ ان کی موجودہ لاہوری (مکتبہ دار الدعوة السلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور) سے بھی لگایا جاسکتا ہے جس میں کتبِ ابن تیمیہ کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

مولانا عبد اللہ رحمانی مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۹۳ء)

ابتدائی تعلیم والد ماجد مولانا عبد السلام مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۲ھ) صاحب سے حاصل کی۔ جب والد ضلع گونڈہ (موجودہ بلزم پور، انڈیا) کے مشہور و معروف ادارہ مدرسہ سراج العلوم یونڈھیار سے منسلک ہوئے تو وہاں بھی ساتھ رہ کر کئی برس تک اکتساب علم کیا۔ پھر دہلی آکر مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ میں داخلہ لیا۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا احمد اللہ پرتاب گڑھی (م ۱۹۲۳ء)، مولانا عبد الوہاب آروی اور مولانا احمد صاحب مکوئی قابل ذکر ہیں۔ ۱۳۲۵ھ میں فراغت حاصل کی اور وہیں بہ حیثیت مدرس خدمات انجام دیں۔ ۱۳۵۳ھ میں مولانا عبد الرحمن مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہ کر تحفہ الأحوذی شرح جامع ترمذی کی تالیف میں ہاتھ بٹانے کے لیے مبارک پور بھج دیے گئے۔ پھر تحفہ الأحوذی کی تکمیل کے بعد واپس دارالحدیث آگئے۔ شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ کے انتقال ۱۹ مارچ ۱۹۳۳ء کے بعد جب دارالحدیث رحمانیہ بند ہو گیا تو اپنے وطن مالوف چلے گئے۔ ادھر

- شیخ ابو زہرہ مصری، حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ترجمہ: رکیس احمد جعفری ندوی (لاہور: المکتبۃ السلفیہ، ۱۹۷۱ء)، ۱۹۔
 - مولانا عطاء اللہ حنیف، ”شیخ الاسلام ابن تیمیہ“ اور ان کے نظریات شاہ ولی اللہ کی نظر میں ”الاعتصام، گوجرانوالہ، ۳۲ (فوری ۱۹۵۲ء)۔

مولانا ابوالطیب عطاء اللہ حنیف بھوجانی حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ (۱۹۸۱ء) اور ان کے علم دوست رفیق حافظ محمد زکریا نے مشکوہ المصایح پر مختصر حاشیہ آرائی کے لیے آپ سے گزارش کی تو آپ نے بہ رضا و غبت قبول فرمائی۔ ۱۹۳۸ء میں مختصر تعلیقات و حواشی کا کام شروع کیا تو آپ کی مہارت فی الحدیث اور علمی کمال کی وجہ سے مفصل اور مبسوط شرح کتاب البویع تک ۹ جلدؤں میں مرعاۃ المفاتیح کے نام سے مرتب ہوئی۔ یہ شرح اپنے نصائص و امتیازات کی بنابر باقی تمام شروح سے مستغنی و بے نیاز کر دیتی ہے۔^(۳۱)

امام ابن تیمیہ سے استدلال

اس شرح میں بے شمار مقامات پر کتب امام ابن تیمیہ سے استدلال کیا گیا ہے، خصوصاً حدیث کی صحت و سقم کے حوالے سے امام ابن تیمیہ حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ کے قول کو پیش کیا گیا ہے۔^(۳۲) اس کے علاوہ بیشتر مقامات پر اپنے قول کو ثابت کرنے کے لیے امام ابن تیمیہ کا قول پیش کیا ہے۔ مثلاً:

مشکوہ المصایح کی حدیث نمبر ۲۹۳۲ ”لَا تجعَلُوا بِيُوتِكُمْ قُبُورًا وَلَا تجعَلُوا قُبُرِيَ عِيدًا...الخ“ کی شرح میں امام ابن تیمیہ حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ کی اقتضاء الصراط المستقیم کا حوالہ دیتے ہوئے اُن کے موقف کو پیش کر کے اس کی تائید کی ہے۔^(۳۳) مولانا عبد اللہ رحمانی حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ کی اس شرح کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اس میں امام ابن تیمیہ حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ کی کتب سے بھرپور استفادہ کیا ہے اور بہت سے مقامات پر اُن کی فکر کی تائید کی ہے۔

عصر حاضر کے اہل علم و فضل کی کاوشیں

عصر حاضر میں بھی بیشتر علماء اہل حدیث امام ابن تیمیہ حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ کے منیج اصلاح و تجدید کی نشر و اشاعت میں بہت اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان میں سے معروف اہل علم میں دونام نہایت قابل ذکر ہیں:

۳۶۔ یہ تعارف مأخوذه ہے: عبد الرشید عراقی، ”شیخ الحدیث مولانا عبد اللہ رحمانی محدث مبارکبوری“، محدث، لاہور، ۱: ۲۵
(جنوری ۱۹۹۳ء) ۱۸۶-۱۸۹۔

۳۷۔ مولانا عبد اللہ رحمانی، مرعاۃ المفاتیح (بنارس: إدارة البحوث العلمية والدعوة والافتاء، الجامعۃ السلفیۃ،

۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۲ء)، ۱: ۱۶۹، ۱۶۳، ۱۸۱، ۱۸۲: ۳: ۳۷۲، ۲: ۳۷۵: ۳: ۳۷۵-۵۳۔

۳۸۔ نفس مرجع، ۳: ۲۷۳-۲۷۵۔

- ۱۔ ڈاکٹر عبدالرحمن بن عبد الجبار الفربیوائی
۲۔ مولانا محمد عزیز نشش

ڈاکٹر عبدالرحمن بن عبد الجبار الفربیوائی

ڈاکٹر صاحب ۱۹۵۱ء میں موضع پر اپنارائے (صلح اللہ آباد، یوپی، انڈیا) میں پیدا ہوئے، جسے انھوں نے مغرب کر کے فربیا بنا دیا ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے مدرسہ مدینۃ العلوم کے اساتذہ سے حاصل کی۔ ۱۹۶۵ء میں جب وہ چودہ سال کی عمر کو پہنچے تو مدرسہ سعیدیہ (بنارس) میں داخل کرادیے گئے۔ یہ مدرسہ مولانا محمد سعید بخاری نے جاری کیا تھا جو حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی عَلَیْہِ الْحَمْدُ وَالْحَلْمُ نے تلامذہ میں سے تھے۔ اس مدرسے میں انھوں نے ایک سال تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۶۶ء میں جامعہ رحمانیہ میں داخلہ لیا، وہاں تقریباً تین سال تحصیل علم کی۔ ۱۹۶۸ء میں جامعہ سلفیہ (بنارس) میں داخل ہو گئے۔ جامعہ سلفیہ میں دو سندیں حاصل کیں، سند عالمیت اور سند فضیلت۔ بعد ازاں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کا عزم کیا۔ وہاں کلیتہ الشریعت (شریعت کالج) سے بی اے کی سندی اور جامعہ اسلامیہ سے ایم۔ اے کی سند سے بہرہ ور ہوئے۔ وہیں سے ڈاکٹریٹ کیا۔ ڈاکٹر عبدالرحمن فربیوائی نے مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں بھی داخلہ لیا اور وہاں کے اساتذہ سے بھی استفادہ کیا۔

ڈاکٹر صاحب نے جن حضرات سے اسنادِ حدیث لیں اُن میں مولانا عبد اللہ مبارک پوری رحمانی عَلَیْہِ الْحَمْدُ وَالْحَلْمُ اور پاکستان کے سید بدیع الدین راشدی شامل ہیں۔ مولانا رحمانی عَلَیْہِ الْحَمْدُ وَالْحَلْمُ نے ڈاکٹر صاحب کے علمی دوازہ اور ان کی تحقیقی بگ و تاز کی بڑی تعریف فرمائی ہے۔ تتمیل تعلیم کے بعد اُنھیں امام محمد بن سعود اسلامی یونیورسٹی، ریاض، سعودی عرب، میں حدیث اور علوم حدیث کا پروفیسر مقرر کیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے تحریری سلسلہ بھی شروع کر دیا۔^(۳۹)

فکرِ ابن تیمیہ کی نشر و اشاعت کے لیے خدمات

ڈاکٹر صاحب موصوف کی دلچسپی کا موضوع امام ابن تیمیہ عَلَیْہِ الْحَمْدُ وَالْحَلْمُ ہے۔ اس سلسلہ میں انھوں نے بہت سی خدمات سرانجام دیں۔ بہت سی کتب اور مقالات لکھے اور سینیما کروائے۔ ذیل میں اُن کی کاوشوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

كتب

- ان کے پی ایچ ڈی کے مقالے کا موضوع تھا: ”شیخ الإسلام ابن تیمیہ و جهودہ فی الحدیث و علومہ“۔ یہ نہایت اہم کام ہے جو کہ چار جلدیں پر مشتمل ہے۔ تقریباً ۲۱۰۰ صفحات پر محیط اپنے موضوع پر یہ ایک منفرد کام ہے۔^(۵۰)
- السیرۃ العلمیۃ لشیخ الاسلام ابن تیمیہ: یہ سیرت امام ابن تیمیہ پر شاندار کتاب ہے جو کہ جامعہ سلفیہ، بنارس، انڈیا نے ۱۹۹۰ء میں شائع کی۔ اس کا اردو ترجمہ عبد الوہاب حجازی نے جامعہ سلفیہ بنارس، انڈیا کے مجلہ محدث میں قبول و اکیا۔
- مصطلح الحدیث فی ضوء إفادات شیخ الإسلام ابن تیمیہ۔
- آثار و مؤلفات شیخ الإسلام ابن تیمیہ: یہ امام ابن تیمیہ عَلَیْہِ الرَّحْمَةُ وَالْمَنَّۃُ کی تصنیف و فتاویٰ (مطبوع وغیر مطبوع، موجود و مفقود) کا انسائیکلوپیڈیا ہے جو کہ حروفِ تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے۔ یہ ابھی تک مخطوط کی شکل میں ہے اور بہ زبان عربی ہے۔
- بحوث الندوۃ العالمية عن شیخ الإسلام ابن تیمیہ وأعمالہ الخالدة: یہ کتاب امام ابن تیمیہ عَلَیْہِ الرَّحْمَةُ وَالْمَنَّۃُ پر منعقدہ سیمینار بقامت جامعہ سلفیہ، بنارس، انڈیا میں پڑھے جانے والے مقالات کا مجموعہ ہے۔ یہ مقالات بیشتر اردو میں تھے۔ ان کو عربی زبان میں منتقل کر کے ڈاکٹر صاحب نے شائع کروایا ہے۔
- شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی تجدیدی شخصیت اور اصلاحی کارناموں کا ایک تعارف: یہ دراصل ڈاکٹر عبدالرحمن فریوائی کا مقالہ ہے جو انھوں نے مذکورہ سیمینار میں پڑھا، اس کی اہمیت و آفادیت کے پیش نظر جامعہ سلفیہ بنارس انڈیا، نے اس کو کتابی شکل میں بزبان اردو شائع کر دیا۔ ان کتب کے علاوہ ڈاکٹر صاحب نے امام ابن تیمیہ عَلَیْہِ الرَّحْمَةُ وَالْمَنَّۃُ پر مضمایں بھی لکھے۔

مقالات و مضمایں

ڈاکٹر صاحب نے امام ابن تیمیہ عَلَیْہِ الرَّحْمَةُ وَالْمَنَّۃُ پر جو مضمایں تحریر کیے، ان کی تفصیل کچھ یوں ہے:

- ”تراث المسلمين العلمي في نظر شيخ الإسلام ابن تيمية“: یہ ڈاکٹر صاحب کے مضامین ہیں جو کہ قسطوار جامعہ سلفیہ بنارس، انڈیا کے مجلہ محدث میں شائع ہوتے رہے۔
- ”شيخ الإسلام ابن تيمية و مآثره الإصلاحية والتجديدية“: یہ وہ مقالہ ہے جو ڈاکٹر صاحب نے سیمینار میں پڑھا تھا۔
- ”شيخ الإسلام ابن تيمية علومہ و معارفہ و دعوته فی شبہ القارة الهندية“: اس مضمون میں موصوف نے بر صیر میں معارفِ ابن تیمیہ کا اجمالی خاکہ پیش کیا ہے۔

تحقیقات و تخریجات

ڈاکٹر صاحب نے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے کتب و رسائل میں سے بعض کی تحقیق و تخریج کی ہے جو کہ یہ ہیں: أربعون حديثاً لشيخ الإسلام، شرح حديث إنما الأعمال بالنيات، شرح حديث أبي ذر ”إنى حرمت الظلم.“

ڈاکٹر عبدالرحمن بن عبدالجبار الفربیوائی کا شمار عصر حاضر کے اہل قلم اور محققین میں ہوتا ہے۔ وہ معارفِ ابن تیمیہ میں کس حد تک دسترس رکھتے ہیں، اس کا اندازہ اُن کے مذکورہ بالا کتب و مضامین اور تحقیقات کو پڑھ کر لگایا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب اپنے مضامین و کتب میں عصر حاضر کے فتنوں اور غیر اسلامی تصورات کا حل افکارِ ابن تیمیہ کو عام کرنے میں قرار دیتے ہیں۔ اس کا اظہار انہوں نے متعدد مقالات پر کیا ہے۔ وہ اپنے ایک مضمون ”علماء و مفكرون“ اسلام پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے اثرات“ میں اہل عرب واللی ہند علماء کی ایک فہرست ذکر کرنے کے بعد شیخ الاسلام سے متعلق علماء ہند کا موقف بیان کرتے ہوئے اظہار افسوس کرتے ہیں: ”افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ بعض افراد کی جانب سے شیخ الاسلام کی شخصیت کو بد نام کرنے کا سلسلہ ابھی تک ہند نہیں ہوا، جس کے مختلف عوامل و اسباب ظاہرہ و باطنہ ہیں۔“^(۵۱)

اس کے بعد عصر حاضر میں معارفِ ابن تیمیہ کی ضرورت و افادیت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ضرورت اس بات کی ہے کہ اس عظیم شخصیت اور اس کی دعوت کا اس ایجادی انداز میں تعارف کرایا جائے کہ امت کے

۵۱۔ عبدالرحمن بن عبدالجبار الفربیوائی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی تجدیدی شخصیت اور اصلاحی کارناموں کا ایک مختصر تعارف (بنارس: جامعہ سلفیہ، ۱۹۸۷ء، ۲۲ء)۔

سچی طبقات اس کے عظیم علمی سرمائے سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اور ضرورت ہے کہ ہندوستان میں ان کے جامع تعارف کے ساتھ ان کی مؤلفات کا اہل علم کے یہاں رواج ہو، اور عامہ الناس کو ان کے فقہ و فتاویٰ سے روشناس کروانے کے لیے اردو اور علاقائی زبانوں میں ان کی کتابوں کے تراجم شائع کیے جائیں۔ یہ خدمت یقیناً دعوت و تبعیغ کے میدان میں ایک عظیم خدمت ہوگی۔^(۵۲)

محمد عزیر شمس (ولادت ۱۹۵۷ء)

محمد عزیر شمس بن مولانا شمس الحق سلفی بہار (انڈیا) کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ جامعہ سلفیہ، بنارس (انڈیا) سے ۱۹۷۶ء میں سندر فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے کلیٰۃ اللّغۃ العربیۃ میں بی اے کیا۔ پھر ام القریٰ یونیورسٹی سے ایم۔ اے کیا۔ ایم۔ اے میں ان کے مقالے کا عنوان تھا ”التأثیر العربي في شعر حالي“ اور پی ایچ ڈی کے مقالہ کا عنوان تھا: ”الشعر العربي في الهند: دراسة نقدية“ جس کا بوجہ زبانی امتحان (viva) نہ ہو سکا۔

موصوف ان دنوں مستقل طور پر مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں اور تحقیق و تالیف کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ ان کی بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہمہ وقت طبا و باہشین کی علمی خدمت میں مشغول رہتے ہیں۔ وہ کمال درجہ خوش خلق، مکسر المزان، بے تکلف اور وسیع الاطلاع عالم دین ہیں۔ نادر و نایاب مخطوطات اور کتب مطبوعہ وغیرہ مطبوعہ کے متعلق وسیع علم رکھتے ہیں۔ ان کی مخطوطات کے متعلق معلومات کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ خدا بخش لا بھیری، پٹنہ (انڈیا) کے مخطوطات کی فہرست چار مہینوں میں مرتب کی۔ تین سال تک مدینہ یونیورسٹی کی لا بھیری میں خدمات سر انجام دیں اور مختلف اوقات میں ام القریٰ یونیورسٹی کی لا بھیری میں کام کیا۔ وہ بہت بڑے عالم اور اہل علم سے بے پناہ لگاؤ رکھتے ہیں۔ ان کی تصنیفی خدمات میں کتب مقالات اور تراجم ہیں۔^(۵۳)

معارف ابن تیمیہ میں دلچسپی

محقق شیخ مولانا محمد عزیر شمس کی دلچسپی کا موضوع امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ وہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی نادر و نایاب کتب و رسائل کا کھونج لگاتے ہیں اور پھر ان کی نشر و اشاعت بڑی محبت سے کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی

-۵۲- نفس مرچع، ۲۲-۲۳۔

-۵۳- محمد اسحاق بھٹی، قافلہ حدیث (lahor: مکتبہ قدوسیہ، ۲۰۰۳ء)، ۲۳۲-۲۳۵۔

تحقیق کا میدان معارف ابن تیمیہ کو عام کرنے کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ راقم نے اُن سے ۲۲-۲۵ فروری ۲۰۱۷ء، بمقام مکتبۃ الحرم الملکی، اُن کے آفس دار عالم الغواند اور اُن کی رہائش گاہ پر متعدد ملاقاتیں کیں اور اُن سے بھرپور استفادہ کیا۔ وہ حقیقت میں معارف ابن تیمیہ کا انسائیکلوپیڈیا ہیں اور اُن کی اس موضوع پر کامل گرفت ہے۔ کتبِ ابن تیمیہ پر اُن کی اس قدر دقیق نظر ہے کہ اُن کو بہت سی عبارات ازبر ہیں اور اُن کے دل و دماغ میں معارفِ ابن تیمیہ کا بے پناہ ذخیرہ ہے۔ اُن کے امام ابن تیمیہ پر تحقیقی کام کی نوعیت تین طرح کی ہے۔

۱- امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ پر جس کسی نے جو کچھ لکھا، اس کا احاطہ کرنا۔

۲- امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کے قلمی نسخ جات کا کھونج لگانا۔

۳- اور اُن کتب کو فائدہ عام کے لیے شائع کروانا۔ وہ عرصہ دراز سے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ پر (Bibliography) ترتیب دے رہے ہیں، اس سلسلہ میں انہوں نے راقم سے بہت سی معلومات کا تبادلہ کیا۔

اس کے علاوہ انہوں نے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ پر درج ذیل کتب تصنیف کی ہیں:

- الجامع لسیرة شیخ الإسلام ابن تیمیہ: اس کتاب میں ان کے ساتھ شیخ علی بن محمد العمران نے بھی کام کیا ہے۔ یہ کتاب سیرتِ ابن تیمیہ کے انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں انہوں نے بہت سی کتب سے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت کو جمع کر دیا ہے تاکہ آب امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ پر کام کرنے والے کسی بھی محقق کو اُن کی سیرت مختلف کتب سے پڑھنے کی بجائے ایک ہی جگہ میر آجائے۔

- قاعدة في الاستحسان: یہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے جس کو تحقیق و تحریج کے ساتھ شائع کروایا۔

- جامع المسائل: یہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسائل و رسائل کا مجموعہ ہے جو کہ ۹ جلدیں پر مشتمل ہے۔ اس کو شاندار ترتیب کے ساتھ تحقیق و تحریج کر کے شائع کیا ہے۔

- تنبیہ الرجل العاقل علی تمویہ الجدل الباطل از ابن تیمیہ، اس کو بھی تحقیق کر کے شائع کروایا ہے۔

إن دونوں آپ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے مخطوطات مرتب کر رہے ہیں جس کی کم و بیش آٹھ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ شیخ محمد عزیر شمس اپنی نادر تحقیقات کی بنابر علی حلقوں میں بہت قابلِ قدر شخصیت کے طور پر پہچانے جاتے ہیں، خصوصاً امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تحقیق کرنے والا محقق اُن سے بے حد مستفید ہوتا ہے۔

•

خلاصہ بحث

بر صغیر کی پہلی اصلاحی تحریک (تحریک مجاهدین) نے فکرِ ابن تیمیہ سے رہنمائی لیتے ہوئے قلم اور سیف سے جہاد کیا اور غیر اسلامی رسومات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا بیڑا اٹھایا۔ تحریک مجاهدین بعد میں تحریک اہل حدیث کے طور پر ابھر کر سامنے آئی اور خاندانِ ولی اللہ کی قلکار کو اپنانے اور پھیلانے والوں نے اس کی آبیاری کی۔ اگر کسی تحریک میں فکرِ ابن تیمیہ کی واضح اور کامل تاثیر نظر آتی ہے تو وہ تحریک اہل حدیث ہے۔ افکارِ ابن تیمیہ کی جس قدر نشر و اشتاعت ہوئی وہ زیادہ تر علماء اہل حدیث کی جانب سے ہوئی۔ میاں نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ نے فکرِ ابن تیمیہ کو پھیلانے میں نہایت اہم کردار ادا کیا اور اس طرح یہ سلسلہ نسل در نسل منتقل ہوتا رہا۔ اس تحریک کی اہم شخصیات مولانا شمس الحق ڈیانوی، مولانا عبدالرحمن مبارک پوری، مولانا محمد اسماعیل سلفی، حافظ محمد گوندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اپنے تلامذہ کو معارفِ ابن تیمیہ سے خوب متعارف کروایا اور اپنی کتب میں فکرِ ابن تیمیہ سے بھر پور فائدہ اٹھایا۔ مولانا عطاء اللہ حنف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ نے افکارِ ابن تیمیہ کو عام کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا اور اس کے لیے اپنی صلاحیتیں صرف کیئیں۔ عصر حاضر کے علماء ہند میں سے پروفیسر ڈاکٹر عبدالرحمن بن عبد الجبار الغریبوی اور مولانا محمد عزیر شمس نے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو خاص دلچسپی کا موضوع بنایا اور اس موضوع پر قابلِ قدر تحقیقی کام پیش کیا۔

